صوبہ خیبر پختونخواہ میں غربت کی شرح، وجوہات اور ان کے خاتمے کالائحہ عمل، عمر بن عبدالعزیز کی انتظامی اصلاحات کے تناظر میں

The Poverty Ratio in KPK Province, Causes, and a Strategy for its Eradication in the Perspective of Umar ibn Abdul Aziz's Administrative Reforms

Dr Navid Iqbal
Assistant Professor,
Department of Hadith Sciences,
AIOU, Islamabad,
Email: navid.iqbal@aiou.edu.pk

Abstract
This article addresses the growing issue of poverty in the province of Khyber Pakhtunkhwa, its root causes, and possible solutions, considering the exemplary governance of Caliph Umar bin Abdul Aziz (RA). Despite being a province rich in natural resources, agriculture, and educational potential, Khyber Pakhtunkhwa continues to suffer from widespread poverty, economic distress, insecurity, and corruption.

The absence of justice leads to the decline of state institutions and public dissatisfaction. In contrast, the era of Umar bin Abdul Aziz (RA) set such unparalleled examples of justice that peace, equality, and prosperity prevailed throughout society. Accountability is also considered a fundamental pillar of a strong and fair system. Umar bin Abdul Aziz (RA) laid the foundation for high-quality governance by first holding himself, his family, and his officials accountable.

The misuse of public and state resources has triggered economic instability in the region, directly resulting in poverty and inequality. Umar bin Abdul Aziz (RA) regarded the public treasury (Bayt al-Mal) as a sacred trust and reformed its structure to ensure that national resources were utilized for the welfare of the people. His administration implemented a just system of zakat (almsgiving) to such an extent that it became difficult to find deserving recipients. Insecurity and the closure of educational institutions are also key contributors to poverty. Due to ongoing terrorism and security challenges in Khyber Pakhtunkhwa, many schools—particularly those for girls—have been forced to shut down, severely affecting education. In contrast, the reign of Umar bin Abdul Aziz (RA) established such a level of public safety that people could travel at night without fear, and animals grazed together peacefully.

This article will examine four major causes of poverty: (1) lack of justice, (2) absence of accountability, (3) unchecked misuse of public and endowment funds, and (4) insecurity and the closure of educational institutions. It aims to propose solutions to these issues by drawing on the administrative reforms, justice-based governance, and transparent fiscal policies introduced by Umar bin Abdul Aziz (RA).
Keywords: Poverty Ratio, KPK Provence, Causes, Strategy, Eradication, Umar ibn Abdul Aziz's Administrative Reforms

تمہید

اللہ تعالیٰ نے جب زمین کو پیدا فرمایا، تو زمین کے ظاہر و باطن میں بے شمار نعمتیں اور رزق کے خزانے رکھ دیے تاکہ اس کے بندے بغیر کسی تنگی یا محتاجی کے آسودہ اور خوشحال زندگی گزار سکیں۔ سورۃ اعراف میں اللہ نے فرمایا ہے کہ اے انسان زمین کے اندر میں نے آپ کو ٹھکانہ دیا اور اس میں تمہاری ضرورت کا سارا سامان رکھ دیا لیکن آپ پھر بھی ناشکرے ہو۔[1] اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اللہ کی یہ نعمتیں اور برکتیں محض خواہش کرنے سے حاصل نہیں ہوتیں، بلکہ ان کے لیے محنت، کوشش اور مسلسل جدوجہد لازم ہے۔ اس لئے سورۃ الملک میں فرمایا: کہ اللہ نے زمین کو تمہارے لئے مسخر کیا تاکہ تم زمین کے اندر سیر و سیاحت کرو اور اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کو کھاؤ اور آخر میں ان ہی کی طرف لوٹنا ہے۔[2] لہذا جو شخص محنت کرے، رزقِ حلال کی تلاش میں سعی کرے، اور زمین میں چھپی ہوئی نعمتوں سے فائدہ اٹھائے، وہی اللہ کی نعمتوں کا مستحق ہے۔ لیکن جو شخص سستی، کاہلی اور خیالی تمناؤں میں پڑا رہے، وہ اللہ کی نعمتوں سے محروم ہونے کا حقدار ہے۔ قرآن کریم نے ہمیں خبردار کیا ہے کہ بھوک ایک قسم کا عذاب ہے جو ان لوگوں پر مسلط کیا جاتا ہے جو اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں۔ چنانچہ قرآن میں اللہ نے ایک بستی کا ذکر کیا ہے جو اطمینان اور راحت والی زندگی گزارتی تھی ان کے پاس رزق کی فراوانی تھی لیکن جب انہوں نے اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کی ناقدری کی تو پھر اللہ نے ان کو بھوک اور پیاس کا خوب ذائقہ چھکایا۔[3] دوسری طرف رسول اللہ ﷺ نے نہ صرف فقر و فاقہ سے پناہ مانگی بلکہ غربت کو ایک ایسی آفت قرار دیا جو انسان کو کفر تک لے جا سکتی ہے۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی: اے اللہ میں تجھ سے کفر اور فقر کی پناہ مانگتا ہوں۔[4]

ایک جگہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اللَّهمَّ إنِّي أعوذُ بك من الفقرِ والقِلَّةِ والذِّلَّةِ ، وأعوذُ بك من أن أظلِمَ أو أن أُظلَمَ"۔[5]

بعض احادیث میں یہ آیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے مسکنت والی زندگی اور مسکینوں والی موت کا سوال کیا ہے[6]، جب کہ دیگر بعض احادیث میں ان دونوں سے پناہ بھی مانگی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ

فقر کی دو اقسام ہیں: ایک وہ فقر جو قابلِ تعریف اور مطلوب ہے، اور دوسرا وہ فقر جو مذموم ہے اور جس سے رسول اللہ ﷺ نے پناہ مانگی۔ پس مطلوب اور قابلِ تعریف فقر وہ ہے جس میں انسان کے پاس مال کم ہو، لیکن اس کا دل غنی، مطمئن اور دنیا کی چمک دمک سے بے نیاز ہو۔ جبکہ مذموم فقر وہ ہے جس میں انسان اس قدر محتاج ہو جائے کہ ضروریاتِ زندگی بھی پوری نہ کر سکے، عبادات میں کوتاہی ہونے لگے، اور وہ ذلت و پریشانی کا شکار ہو جائے۔ حدیث میں جس "قلت" کا ذکر ہے، اس سے مراد مال کی قلت نہیں بلکہ نیک اعمال کی قلت ہے، یا وہ قلت مراد ہے جس میں مال اتنا کم ہو کہ روزمرہ کی بنیادی ضروریات بھی پوری نہ ہو سکیں۔ یعنی فقر کی دو اقسام ہیں: فقرِ مال اور فقرِ قلب۔ جس کے پاس مال نہ ہو مگر دل مطمئن اور قانع ہو، وہ شخص قابلِ تعریف ہے۔ لیکن جو حرص و طمع کا مریض ہو، وہ سخت قابلِ مذمت ہے۔ اسی طرح وہ غربت اور تنگدستی جو انسان کو فرائض کی ادائیگی سے روک دے اور بنیادی ضروریات سے محروم کر دے، ایسی غربت سے رسول اللہ ﷺ نے پناہ مانگی ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ بعض احادیث میں فقر سے مراد وہ فقر ہو جو انسان کو کفر اور گمراہی کی طرف لے جائے، کیونکہ عام لوگ فقر کے دباؤ میں بہ آسانی راہِ حق سے بھٹک سکتے ہیں۔ البتہ اللہ کے نیک بندوں کے لیے مالی فقر کسی حد تک نعمت ہو سکتا ہے، کیونکہ ان کے دل اللہ کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی اس سلسلے میں دعائیں دراصل امت کو تعلیم دینے کے لیے ہیں۔ اور ممکن ہے مراد ایسا فقر ہو جسے انسان برداشت نہ کر سکے اور لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانے پر مجبور ہو جائے۔

حدیث میں "قلت" سے مراد نیک اعمال اور ان کے اسباب کی کمی ہے۔ اور "ذلت" سے مراد یہ ہے کہ انسان گناہوں میں مبتلا ہو کر اللہ کے ہاں ذلیل ہو جائے، یا اس کی قدر و قیمت لوگوں کے درمیان کم ہو جائے، حتیٰ کہ اس کی بات کو نہ سنا جائے اور اس کی دعا قبول نہ ہو۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے ہمیں سکھایا کہ ہم اللہ تعالیٰ سے ان برائیوں سے پناہ مانگیں۔ اسی طرح یہ بات بھی بیان کی گئی ہے کہ انسان یا تو ظالم ہوتا ہے یا مظلوم، اور دونوں حالتیں ناپسندیدہ ہیں۔ حدیث میں نہایت حکمت سے ترتیب بیان کی گئی ہے چنانچہ اگر غور کیا جائے تو فقر انسان کو قلت کی طرف لے جاتا ہے، قلت ذلت کا باعث بنتی ہے، اور ذلت انسان کو یا تو مظلوم بنا دیتی ہے یا پھر وہ ظلم پر اُتر آتا ہے، کیونکہ محتاجی انسان کو برائی پر مجبور کر سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو مختلف طبقات اور درجات میں پیدا فرمایا، کسی کو عزت و شرف سے نوازا، کسی کو تقویٰ و ہدایت، اور کسی کو دولت سے نوازا۔ مگر یہ تفاوت محض فخر و غرور یا ظلم کے لیے نہیں بلکہ یہ آزمائش اور امتحان ہے، تاکہ انسان اپنی حیثیت پہچانے، شکر گزار بنے اور عدل و رحم کو اپنائے۔ یہ سب حقائق ہمیں سکھاتے

ہیں کہ رزق اللہ کی طرف سے ہے، مگر اس کے حصول کے لیے کوشش، شکر گزاری اور عدل ضروری ہے، اور ناشکری و سستی محرومی اور آزمائش کا سبب بن سکتی ہے۔

عالمی سطح پر غربت کا دن

غربت کے خاتمے کے لئے ہر سال 17 اکتوبر کو دنیا بھر میں غربت کے خاتمے کا عالمی دن منایا جاتا ہے، جس میں پاکستان سمیت تمام ممالک شامل ہوتے ہیں۔ اس دن کو منانے کا مقصد ترقی پذیر ممالک میں غربت کا خاتمہ اور غریبوں کے معیارِ زندگی کو بہتر بنانا ہے۔ اس دن کا باقاعدہ آغاز 1993ء میں ہوا۔ اس موقع پر غربت، محرومی اور عدم مساوات کے خاتمے کی اہمیت کو اجاگر کیا جاتا ہے، نیز غریبوں کی حالت اور ان کی فلاح و بہبود کے منصوبوں پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ غربت کا خاتمہ اقوامِ متحدہ کے مقرر کردہ پائیدار ترقیاتی اہداف (Sustainable Development Goals) میں پہلا اور بنیادی ہدف ہے، مگر افسوس کہ یہ ہدف اب تک حاصل نہیں کیا جا سکا۔ عالمی اداروں کی رپورٹس کے مطابق دنیا بھر میں غریبوں کی تعداد تقریباً تین ارب کے قریب ہے، جن کی روزانہ آمدنی دو ڈالر پچاس سینٹ سے بھی کم ہے۔

پاکستان کا شمار بھی ان ممالک میں ہوتا ہے جہاں پر 50 فیصد تک لوگ غربت کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ پاکستان کے چار صوبوں میں سے ایک صوبہ خیبر پختونخواہ بھی ہے۔ جو کہ ایک زرعی صوبہ ہونے کے ساتھ یہاں پر سیر و تفریح کے بہت سارے مواقع بھی ہیں لیکن اس کے باوجود یہاں پر غربت کی شرح میں دن بدن اضافہ دیکھنے میں آرہا ہے۔ اس تحقیقی مقالہ میں غربت کی بنیادی وجوہات کا تعین کر کے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی انتظامی اصلاحات کی روشنی میں ان کا حل بیان کیا جائے گا۔ غربت کے وجوہات بیان کرنے سے پہلے عمر بن عبد العزیزؒ کے مختصر تعارف اور خدمات پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالی جائے گی۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا مختصر تعارف

عمر بن عبد العزیز کا پورا نام و نسب: عمر بن عبد العزیز بن مروان بن حکم بن ابی العاص بن اُمیہ بن عبد شمس۔[7] آپ کی کنیت ابو حفص تھی۔ آپ اموی خلافت کی مروانی شاخ کے حکمرانوں میں سے تھے۔ آپ کی پیدائش مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپ کے سنِ ولادت کے بارے میں مختلف روایات پائی جاتی ہیں، لیکن زیادہ معتبر بات یہی ہے کہ آپ 61ہجری میں پیدا ہوئے، یعنی جس سال میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے۔[8]

عمر بن عبد العزیزؒ کی پرورش ایک اسلامی ماحول میں ہوئی۔ ان کے والد عبد العزیز بن مروان اور والدہ ام عاصم تھیں، جو کہ تقویٰ شعار خاتون تھیں اور خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پوتی تھیں۔ عمر بن عبد العزیزؒ کی آنکھیں مدینہ منورہ میں کھلیں، اور بچپن ہی سے ان کی اعلیٰ صفات، خوبیاں اور صلاحیتیں ظاہر ہونے لگیں۔ وہ نہایت خوش اخلاق، بلند عقل و فہم رکھنے والے، بہترین سیاستدان، انصاف کے طلب گار، علم کے مالک، عبادت گزار، سچے موحد، خلافت میں زہد اختیار کرنے والے، حق گو انسان تھے، آپ جب مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو آپ کو بہت سے ظالم حکمرانوں کا سامنا شروع ہوا جو آپ کی عدل و انصاف سے تنگ آ چکے تھے، کیونکہ وہ ان کا محاسبہ کرتے، ان کے ناجائز مال کو واپس لیتے، اور بیت المال سے ان کی ناجائز دی گئی مراعات کو ختم کرتے تھے۔[9]

مدینہ پر گورنری کا دور

جب ولید بن عبد الملک خلافت پر فائز ہوا تو اس نے عمر بن عبد العزیز کو 87 ہجری میں مدینہ منورہ کا گورنر مقرر کیا۔ مدینہ کے لوگوں کو جب معلوم ہوا کہ عمر بن عبد العزیز ان کے گورنر بنے ہیں تو وہ بہت خوش ہوئے، کیونکہ عمرؒ نے مدینہ میں کافی عرصہ گزارا تھا، یہاں کے علماء سے تعلیم حاصل کی تھی، اور ان کی سیرت خوشبو کی مانند مشہور تھی۔ یہ ذمہ داری گویا اللہ کی طرف سے عمرؒ کے لیے ایک نعمت تھی، تاکہ وہ سیاسی معاملات میں تجربہ حاصل کریں، لوگوں کے ساتھ قریبی تعلق قائم ہو اور وہ ان کی ضروریات اور مسائل کو بہتر انداز میں سمجھ سکیں۔[10]

جیسے ہی انہوں نے گورنری کا عہدہ سنبھالا، مدینہ کے انتظامات کو منظم کرنے میں لگ گئے۔ وہ مسلسل عوام کے حالات کا جائزہ لیتے، اور راتوں کو گلیوں میں چلتے تاکہ لوگوں کی ضروریات کو جان سکیں۔ انہوں نے گناہوں اور برائیوں کے خلاف اقدام کیا، لہو و لعب کی محفلوں کو ختم کیا، اور اس بات کا خاص خیال رکھا کہ عوامی خزانے کو صحیح جگہ خرچ کیا جائے۔ وہ خود غریبوں اور محتاجوں کو تلاش کرتے تاکہ انہیں اتنی مدد دی جاسکے کہ وہ ضرورت مند نہ رہیں۔ حضرت ابو الزناد بیان کرتے ہیں: "جب عمر بن عبد العزیز (مدینہ کے گورنر ہوتے ہوئے) کوئی چیز عطا کرنا چاہتے، تو کہتے: ایسے گھرانے تلاش کرو جنہیں واقعی ضرورت ہو۔[11] حضرت عمر بن عبد العزیزؒ ہمیشہ عدل و انصاف کو مقدم رکھتے تھے۔ وہ نہ کسی کو ظلم کرنے دیتے اور نہ کسی پر ظلم برداشت کرتے۔ اسی لیے وہ قاضیوں کے فیصلوں پر بھی نظر رکھتے تھے کہ کہیں کسی کے ساتھ ناانصافی تو نہیں ہو رہی۔[12] رفتہ رفتہ ان کی گورنری کا دائرہ وسیع ہوتا گیا، یہاں تک کہ وہ پورے حجاز (یعنی مدینہ، مکہ اور اس کے آس پاس کے علاقے) کے گورنر بن گئے۔ اس نوجوان حکمران نے پورے خطے میں عدل و امن قائم کیا، لوگوں کو رحم و شفقت کا مزہ چکھایا،

اور انہیں دل کا سکون عطا کیا۔ آپ حق اور انصاف کی آواز بلند کرتے رہے، اور پچھلے حکمرانوں کے ظلم و ستم اور گناہوں سے خود کو الگ رکھا۔

آپ نے اصلاحات کا آغاز مسجد نبوی کی تعمیر و بہتری سے کیا، اور پھر حجاز کے مختلف علاقوں میں کنویں، سڑکیں اور دیگر عوامی سہولیات مہیا کیں۔ عوامی خزانے (بیت المال) کو اس کی اصل عزت اور حرمت واپس دلائی؛ اب یہ کسی چور یا بد دیانت کے لیے آسان شکار نہ تھا، اور نہ ہی کسی عیاش کے لیے کھیل و تماشہ بن سکا۔ انہوں نے مدینہ کے دروازے ان لوگوں کے لیے کھول دیے جو سلطنت کے دوسرے حصوں میں ظالم گورنروں کے ظلم سے تنگ آکر پناہ لینا چاہتے تھے۔ حضرت عمرؒ نے ان کو تحفظ، امن، اور سکون فراہم کیا۔[13] پھر جب خلیفہ سلیمان بن عبد الملک کا انتقال ہوا، تو اس سے پہلے انہوں نے اپنی وصیت تحریر کی تھی، جس میں اگلے خلیفہ کا نام بھی درج تھا۔ جب وہ وصیت کھولی گئی تو مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ نیا خلیفہ وہی عادل حکمران عمر بن عبد العزیزؒ ہوں گے۔[14]

خیبر پختون خواہ میں غربت کے وجوہات اور ان کا تدارک

خیبر پختون خواہ پاکستان کا تیسرا بڑا صوبہ ہے یہاں پر تعلیم کی شرح خواندگی کافی بہتر ہونے کے باوجود یہاں پر غربت کی شرح میں دن بدن اضافہ ہو تا جارہا ہے۔ جبکہ یہ بھی ایک حقیقت ہے اگر کوئی علاقہ معدنی اور زرعی وسائل سے مالامال ہونے کے علاوہ تعلیمی اعتبار سے بہتر ہونے کے باوجود وہاں کے باشندے راحت و سکون کی بجائے پریشانی اور بدحالی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوں اور وہاں پر خوشحالی کی بجائے غربت میں اضافہ ہو رہا ہوں تو وہاں پر ضرور ایسے مسائل اور مشکلات ہونگی جس کی وجہ سے غربت و افلاس کی شرح میں اضافہ ہو رہا ہو گا۔ لہذا غربت کی بڑھتی ہوئی صورت حال کو مد نظر رکھ کر اس مقالہ میں غربت کے اسباب اور وجوہات کو تفصیل سے بیان کرنے کے ساتھ عمر بن عبد العزیزؒ کی انتظامی اصلاحات کے تناظر میں اس کا حل پیش کیا جائے گا۔

1- عدل و انصاف کا فقدان

عدل و انصاف کسی بھی معاشرے، ریاست یا حکمران کی حکومت کے قائم رہنے کی بنیاد اور اصل روح ہیں۔ اگر کسی معاشرے یا ریاست سے عدل و انصاف کا خاتمہ ہو جائے، یا کسی حکمران کے فیصلوں سے یہ اصول نکل جائیں تو نہ وہ معاشرہ باقی رہتا ہے، نہ وہ ریاست، اور نہ ہی اس حکمران کی حکومت قائم رہتی ہے۔ ہمارا دین اسلام، عدل و انصاف کو معاشرتی تعلیمات میں بہت بلند مقام دیتا ہے۔ عدل صرف حاکم کا اپنی رعایا سے معاملہ

نہیں، بلکہ رعایا کے آپس کے تعلقات میں بھی اس کا قیام نہایت ضروری ہے۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جو اجتماعی اور انفرادی دونوں سطحوں پر ناگزیر ہے۔

ریاستوں کی تعمیر میں عدل کی اہمیت

عدل کسی بھی ریاست کی کامیابی کی بنیاد ہوتا ہے، کیونکہ اسی سے امن، ترقی اور خوشحالی ممکن ہوتی ہے۔ جہاں عدل ہو، وہاں ظلم، کرپشن اور استحصال کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ عدل، اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے، اور اس پر عمل کرنا ایک عظیم عبادت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے عدل کی اہمیت کو اس طرح بیان فرمایا:

"تم سے پہلے کی قومیں اس لیے تباہ ہوئیں کہ جب ان کا کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیا جاتا، اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر سزا نافذ کی جاتی[15] "

ہمارا دین ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہر شخص عدل کرے، چاہے وہ اعلیٰ ترین حاکم ہو یا صرف دو افراد کا ذمہ دار۔ عدل وانصاف زندگی کے ہر شعبے میں ضروری ہے؛ چاہے وہ گواہی ہو، تقسیم ہو، گفتگو ہو یا فیصلہ۔

عملی زندگی میں عدل کو درپیش چیلنجز

ہمارے ملک میں جب کوئی قانونی ادارہ کسی مقدمے کو دیکھتا ہے، تو وہ اکثر قانون کے تقاضوں کو نظر انداز کر دیتا ہے اور فیصلے شخصیات کی حیثیت کو دیکھ کر کیے جاتے ہیں۔ تمام سیاسی اور انتظامی ادارے اس بدعنوانی کا شکار ہو چکے ہیں۔ فیصلے اس بنیاد پر کیے جاتے ہیں کہ ملزم کتنا طاقتور یا بااثر ہے۔ جیسا کہ مشہور کہاوت ہے: "ظلم پر مبنی نظام میں قانون مکڑی کا جالا بن جاتا ہے، جس میں کمزور کیڑے پھنس جاتے ہیں اور طاقتور جانور اسے روند ڈالتے ہیں۔" عدالتی نظام کی بنیادی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ معاشرے کے ہر فرد کو انصاف مہیا کرے، خواہ وہ امیر ہو یا غریب، طاقتور ہو یا کمزور۔ اسی بنیاد پر زمین کو "ماں دھرتی" کہا جاتا ہے، کیونکہ ماں مظلوم بچے کی مدد کرتی ہے اور ظالم بچے کی سخت تربیت کرتی ہے۔ جب ریاستی نظام سے یہ خوبی ختم ہو جاتی ہے اور ریاستی ادارے طاقتوروں کا ساتھ دینے لگتے ہیں تو معاشرہ ظلم، وحشت اور بے رحمی کا شکار ہو جاتا ہے۔ معاشرے اور قومیں نظم اور عدل سے بنتی ہیں، ورنہ وہ صرف بے ترتیب ہجوم یا غنڈہ گرد جماعتیں بن جاتی ہیں۔

خیبر پختون خواہ میں عدل کی راہ میں حائل رکاوٹیں

خیبر پختونخوا میں عدل کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ پولیس کا کردار ہے۔ پولیس بااثر افراد کے خلاف ایف آئی آر تک درج نہیں کرتی، جبکہ غریبوں کو مقدمہ شروع ہونے سے پہلے ہی جیل میں ڈال دیا جاتا ہے۔ اس لیے جب تک پولیس کا تعاون نہ ہو، انصاف کی فراہمی ممکن نہیں۔ خاص طور پر فوجداری عدل کے نظام میں پولیس کی

اصلاح بنیادی ضرورت ہے۔ جب تک بنیاد درست نہ ہو، اوپر تعمیر ہونے والی کوئی بھی عمارت مستحکم نہیں ہو سکتی۔ عدل کی فراہمی میں انتظامیہ کا کردار بھی نہایت اہم ہے۔ جب تک انتظامیہ خود منصف نہ ہو، عوام کو انتظامی ظلم کا سامنا رہے گا۔

عدل کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ سیاستدانوں کی مداخلت بھی ہے، جو خیبر پختونخوا میں دن بہ دن بڑھتی جارہی ہے۔ اگر کسی کے پاس سیاسی طاقت ہوتی ہے، تو وہ بے خوفی سے ظلم و زیادتی کرتا ہے۔ اس لئے جب ہم عمر بن عبد العزیزؒ کی دورِ اقتدار کی طرف دیکھتے ہیں تو انہوں نے خلافت سے پہلے مدینے اور حجاز کی گورنری کے زمانے میں بھی عدل و انصاف کی اعلیٰ مثال قائم کی تھی۔ آپ کی خلافت اس وجہ سے مشہور ہے کہ ان کے دورِ حکومت میں پورے اُموی ریاست میں عدل و انصاف اور خوشحالی کا دور دورہ تھا۔ یہاں تک کہ لوگ اپنی زکوٰۃ نکالتے اور غرباء کو تلاش کرتے، لیکن انہیں کوئی ضرورت مند نہیں ملتا تھا۔ حضرت عمرؒ نے چند فقہاء اور علماء کو جمع کیا اور ان سے فرمایا: "میں نے آپ حضرات کو اس لیے بلایا ہے کہ میرے اہلِ خاندان کے ہاتھوں میں جو ظلم و زیادتی سے لی گئی چیزیں ہیں، ان کے بارے میں آپ کی رائے معلوم کروں۔" علماء نے جواب دیا: "اے امیر المومنین! یہ معاملہ آپ کی خلافت سے پہلے کا ہے، اور ان مظالم کا گناہ انہی پر ہے جنہوں نے یہ چیزیں ظلم سے حاصل کی تھیں۔" مگر حضرت عمرؒ اس بات سے مطمئن نہ ہوئے۔ انہوں نے کچھ دوسرے اہلِ علم کی بات سنی، جن میں ان کے بیٹے عبد الملک بھی شامل تھے۔ عبد الملک نے کہا: "میری رائے یہ ہے کہ جب آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ یہ چیزیں ظلم سے لی گئی ہیں تو آپ انہیں اصل مالکوں کو واپس کر دیں۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ بھی ان ظالموں کے شریک بن جائیں گے۔" حضرت عمرؒ کو یہ بات پسند آئی اور انہوں نے مظالم کی گئی جائیدادیں اور مال واپس کرنا شروع کر دیا۔[16]

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں: "عدل کرنے والے پانچ امام ہیں: حضرت ابو بکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم اور عمر بن عبد العزیزؒ جو شخص اس کے علاوہ کسی اور کو (امام عدل) کہے، وہ زیادتی کرتا ہے۔[17]

عمر بن عبد العزیزؒ کے دور میں عدل کا عالم

حماد بن زیدؒ کہتے ہیں کہ مجھے موسیٰ بن اَعین نے بتایا جو محمد بن ابی عیینہ کا چرواہا تھا، اس نے کہا: ہم کرمان کے علاقے میں عمر بن عبد العزیز کے دورِ خلافت میں بکریاں چرایا کرتے تھے۔ اس زمانے میں بکریاں، بھیڑیا، اور جنگلی جانور سب ایک ہی جگہ چر رہے ہوتے تھے (اور ایک دوسرے کو نقصان نہ پہنچاتے تھے)۔ ایک رات ایسا ہوا کہ ایک بھیڑیا نے ایک بکری پر حملہ کر دیا۔ ہم نے آپس میں کہا: لگتا ہے نیک آدمی (یعنی عمر بن عبد العزیز) وفات

پا گئے ہیں۔ حماد کہتے ہیں: پھر مجھے اسی شخص یا کسی اور نے بتایا کہ لوگوں نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ واقعی اسی رات حضرت عمر بن عبد العزیز کا انتقال ہو گیا تھا۔"[18]

سیب بن محمدؒ بیان کرتے ہیں کہ جراح بن عبد اللہ نے عمر بن عبد العزیزؒ کو خط لکھا: "خراسان کے لوگ بہت خراب رعایا ہیں، ان کی اصلاح صرف تلوار اور کوڑے سے ممکن ہے۔ اگر امیر المومنین اجازت دیں تو میں ایسا کروں۔" عمر بن عبد العزیز نے جواب میں لکھا: "بعد حمد و صلوٰۃ! مجھے تمہارا خط ملا جس میں تم نے لکھا کہ خراسان کے لوگ برے رعایا ہیں، اور ان کی اصلاح صرف تلوار اور کوڑے سے ہو سکتی ہے۔ تم نے غلط کہا! بلکہ ان کی اصلاح عدل اور حق سے ہو سکتی ہے۔ لہٰذا عدل و انصاف کو ان میں عام کرو، والسلام!"[19]

2-احتساب کا فقدان

کسی بھی ادارے اور تنظیم کی کامیابی میں ایک بنیادی عمل احتساب بھی ہے۔ جب کسی کو یہ خوف ہو گا کہ کل میرا ابھی احتساب ہونا ہے تو وہ ان امور سے دور رہے گا جو ان کو احتساب کے کٹہرے میں کھڑا کرے گا اور کوئی انجام دے گا بھی تو بعد والے اگر ان کا احتساب کریں گے تو کوئی بھی ادارہ تباہی اور بربادی کی طرف نہیں جائے گا۔ اس لئے جب ہم حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی دور خلافت کی طرف دیکھتے ہیں تو وہاں پر ہمیں مکمل شفافیت کے ساتھ سابقہ دور حکومت کا احتساب نظر آتا ہے۔ اسی احتسابی عمل نے ہی ملت اسلامیہ میں ہر قسم کی فروانی اور خوشحالی کو فروغ دیا۔

آپ احتساب میں ایک مثالی امام تھے۔ انہوں نے حق بات کہی، اور سب سے پہلے خود، اپنے گھر والوں اور دوسروں پر اس کا اطلاق کیا۔ جو شخص عمر بن عبد العزیزؒ کے اس احتسابی انداز پر غور کرے، اسے ایک نمایاں خوبی نظر آتی ہے، اور وہ یہ کہ آپؒ امر بالمعروف و نہی عن المنکر (نیکی کا حکم اور برائی سے روکنے) کے دوران مصلحتوں اور نقصانوں کا خیال رکھتے تھے۔ لوگوں کی اصلاح میں تدریج کو ملحوظ رکھتے، یعنی پہلے ہلکی بات سے آغاز کرتے، پھر آہستہ آہستہ سخت بات کی طرف جاتے تاکہ لوگ متنفر نہ ہوں۔ یہ سب ان کی گہری فقاہت (دینی بصیرت) اور لوگوں کے حالات سے واقفیت کی وجہ سے تھا۔ جُویریہ بن اَسماء بیان کرتے ہیں کہ عبد الملک بن عمر (حضرت عمرؒ کے بیٹے) نے اپنے والد سے کہا: "آپ اس معاملے میں اپنی رائے پر عمل درآمد کیوں نہیں کرتے؟ بخدا! اگر اس راہ میں مجھے اور آپ کو دیگوں میں ڈال کر ابالا بھی جائے، تب بھی مجھے پرواہ نہیں" عمر بن عبد العزیزؒ نے جواب دیا: "میں لوگوں کو ایسے قابو میں لا رہا ہوں جیسے کوئی سخت جان جانور کو سدھارتا ہے۔ اگر اللہ نے مجھے مہلت دی تو میں اپنی رائے کے مطابق عمل کروں گا، اور اگر میری موت جلد آ گئی، تو اللہ میرے ارادے

سے باخبر ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں لوگوں پر وہی کچھ فوراً نافذ کردوں جو تم کہتے ہو، تو وہ مجھے تلوار سے روکیں گے۔ اور وہ بھلائی کسی کام کی نہیں جو صرف تلوار کے زور پر حاصل ہو۔[20]

"حضرت عمرؒ نے جب اپنے رشتہ داروں (بنو مروان) کو بیت المال سے لی ہوئی دولت واپس کرنے کا ارادہ کیا، لیکن دیکھا کہ اس سے بڑی خرابی پیدا ہو سکتی ہے، تو وقتی طور پر اس ارادے کو ترک کر دیا۔ امام مالکؒ سے روایت ہے کہ ایک موقع پر حضرت عمرؒ عدل و ظلم کے بارے میں بات کر رہے تھے، اور اس وقت ہشام بن عبد الملک بھی موجود تھا۔ ہشام نے کہا: "ہم اپنے باپ دادا پر اعتراض نہیں کریں گے، نہ اپنے قبیلے کی عزت گھٹائیں گے۔" حضرت عمرؒ نے فرمایا: "میں کون سا اعتراض کر رہا ہوں جو قرآن نے پہلے سے نہ کیا ہو؟[21]"

جُویریہ بنت اَسماء بیان کرتی ہے کہ حضرت عمرؒ نے اپنے دربان سے کہا: "آج میرے پاس صرف بنو مروان (میرے رشتہ دار) آئیں۔" جب وہ جمع ہو گئے تو عمرؒ نے اللہ کی حمد و ثنا کے بعد کہا: اے بنو مروان! تمہیں عزت، دولت، اور حکومت ملی ہے۔ میرا گمان ہے کہ اس امت کا نصف یا ایک تہائی مال تمہارے ہاتھوں میں ہے"! سب خاموش ہو گئے، تو حضرت عمرؒ نے فرمایا: "کیا تم جواب نہیں دو گے؟" ان میں سے ایک نے کہا: "یہ کبھی نہیں ہو گا، جب تک ہماری گردنیں ہمارے جسموں سے جدا نہ کر دی جائیں۔ ہم اپنے باپ دادا کا انکار نہیں کریں گے، نہ اپنے بچوں کو مفلس بنائیں گے"! حضرت عمرؒ نے فرمایا: "اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ تم میرے خلاف لوگوں کی مدد سے کھڑے ہو جاؤ گے، تو میں تمہیں نیچا دکھاتا۔ جاؤ، میرے سامنے سے اٹھو"۔[22]

3. سرکاری اور وقف اموال کا بے دریغ استعمال

خیبر پختون خواہ جیسے ترقی پذیر صوبہ میں جہاں مالی وسائل محدود ہیں، سرکاری اثاثوں یعنی سرکاری املاک کا صحیح اور محتاط استعمال قومی ترقی اور معاشرتی فلاح و بہبود کے لیے نہایت اہم ہے۔ لیکن بدقسمتی سے، صوبہ میں ان املاک کا بے تحاشا، غیر ذمہ دارانہ اور غیر قانونی استعمال عام ہوتا جا رہا ہے، جس کی وجہ سے قومی خزانے کو سالانہ اربوں روپے کا نقصان پہنچتا ہے۔ اگر یہ اربوں روپے غربت کے خاتمے اور دیگر ضروری ترقیاتی منصوبوں پر خرچ کیے جاتے تو ملک کی ترقی کی رفتار تیز ہو سکتی تھی۔ مگر بدقسمتی سے یہ رقم ایک مخصوص طبقے کی عیاشیوں پر ضائع ہو جاتی ہے، جس کا براہِ راست منفی اثر ملکی معیشت پر پڑتا ہے، مہنگائی بڑھتی ہے اور غریبوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے۔

سرکاری املاک کیا ہیں؟: سرکاری املاک سے مراد وہ تمام اثاثے ہیں جو ریاست کے پاس ہوتے ہیں اور جن کا مقصد عوامی مفاد کی خدمت، انتظامی امور کی انجام دہی اور قومی ترقی کو یقینی بنانا ہوتا ہے۔ ان کی مثالیں درج ذیل ہیں:

- سرکاری دفاتر، عمارتیں اور زمینیں
- سرکاری گاڑیاں، مشینری اور آلات
- سرکاری رہائشیں
- ایندھن، بجلی، پانی اور دیگر سہولیات
- فوجی اور سول اداروں کی زمینیں، پارک، تعلیمی و طبی ادارے

سرکاری املاک کے غلط استعمال کی اقسام

- سرکاری گاڑیوں کا ذاتی استعمال
- دفاتر میں بجلی، ایئر کنڈیشنرز اور ایندھن کا غیر ضروری ضیاع
- سرکاری رہائشوں کا خاندانی یا تجارتی مقاصد کے لیے استعمال
- سرکاری زمینوں پر غیر قانونی قبضہ
- مراعات یافتہ افراد کا مفت سہولیات کا ناجائز استعمال

غلط استعمال کے قومی خزانے پر اثرات

مالی نقصانات:

پاکستان کے آڈیٹر جنرل کے 2021-2022 کے رپورٹ کے مطابق، وفاقی اداروں میں سرکاری وسائل کے غیر منضبط اور غیر ضروری استعمال کی وجہ سے تقریباً 347 ارب روپے کا سالانہ نقصان ہوا ہے۔[23]

غربت میں اضافہ:

جب ریاستی وسائل ضائع ہوتے ہیں تو تعلیم، صحت، بنیادی ڈھانچے اور سماجی خدمات جیسے اہم شعبے متاثر ہوتے ہیں، جس سے خاص طور پر دور دراز علاقوں میں غربت کی شرح بڑھ جاتی ہے۔

بدعنوانی کا فروغ:

سرکاری املاک کے غیر قانونی استعمال سے حکام میں بددیانتی اور کرپشن کو فروغ ملتا ہے کیونکہ انہیں سزا کے خوف سے مبرا سمجھا جاتا ہے، جس سے ریاستی اداروں میں بداعتمادی پیدا ہوتی ہے۔

سرکاری اور وقف اموال کے استعمال کے حوالے سے عمر بن عبد العزیزؒ کے اقدامات

عمر بن عبد العزیز کے بیت المال میں دلچسپی کی وجوہات

- بنی امیہ کے دور میں ظلم بہت بڑھ گیا تھا اور امیر اور غریب کے درمیان فرق بہت زیادہ ہو گیا تھا۔
- سرکاری پیسوں کا غلط استعمال اور ذاتی مفادات کے لیے خرچ کیا جانا عام تھا۔
- خراج اور غنیمت کی رقم صرف چند امیر لوگوں کے پاس جمع ہو گئی تھی۔
- زکات اور غنیمت کی رقم ان لوگوں تک نہیں پہنچتی تھی جو اس کے حق دار تھے۔

عمر بن عبد العزیزؒ کی طرف سے بیت المال میں کی جانے والی اہم اصلاحات

1. چوری شدہ پیسے واپس خزانے میں لانا

عمر بن عبد العزیزؒ نے حکم دیا کہ جو بھی پیسے ظلم سے لیے گئے ہیں، چاہے وہ ان کے رشتہ داروں کے پاس ہوں، انہیں بیت المال میں واپس کیا جائے۔ ابن الجوزی نے لکھا ہے کہ عمر نے بنی امیہ کے ہاتھوں میں موجود پیسے واپس خزانے میں جمع کرائے اور اس کا حکم پورے ملک میں بھیجا۔[24]

2. سرکاری پیسوں کا ذاتی استعمال روکنا

انہوں نے سرکاری پیسوں کو ذاتی یا غیر ضروری کاموں کے لیے استعمال کرنے سے روکا۔ خود بھی ضرورت کے سوا بیت المال کا پیسہ استعمال نہیں کرتے تھے۔ جب کوئی ان سے ذاتی بات کرتا تو وہ چراغ بجھا دیتے تھے تاکہ پیسہ ضائع نہ ہو۔ میمون بن مھران نے کہا کہ جب وہ عمر کے پاس آتے تو چراغ روشن ہوتا، لیکن ذاتی باتوں پر چراغ بجھ جاتا تھا۔[25]

3. زکاۃ اور غنیمت کا صحیح تقسیم

انہوں نے زکات اور غنیمت کی رقم ان لوگوں کو دی جو واقعی مستحق تھے۔ ان کے دور میں کچھ علاقوں میں لوگ زکات لینے کے لیے نہیں آتے تھے کیونکہ سب کو صحیح حق ملتا تھا۔ امام الذہبی نے لکھا کہ عمر نے اپنے حکام کو ہدایت دی کہ جو بوڑھے، غریب یا معذور ہیں ان کے لیے بیت المال سے روزی کا بندوبست کریں۔[26]

4. ظلم پر مبنی ٹیکس ختم کرنا

انہوں نے ایسے ٹیکس ختم کر دیے جو شرعی نہیں تھے، جیسے کسانوں سے ظلم سے لیے جانے والے ٹیکس، اور خراج کا نظام اسلامی اصولوں کے مطابق منظم کیا۔

5. ایماندار اور پرہیزگار لوگوں کو اہم عہدوں پر رکھنا

عمر بن عبد العزیز نے قاضیوں اور حکام کا انتخاب صرف دین اور تقویٰ کی بنیاد پر کیا، نہ کہ نسب یا سیاسی تعلق کی بنا پر۔ وہ ان کی کارکردگی پر سخت نظر رکھتے اور کسی بھی غلطی پر انہیں جواب دہ ٹھہراتے تھے۔ حافظ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ ایک بار یمن کے بیت المال سے ایک دینار گم ہو گیا تو آپ نے افسر بیت المال کو لکھا کہ

"میں تمہاری امانت پر کوئی الزام نہیں لگاتا۔ لیکن تمہاری بے پرواہی و غفلت کو مجرم قرار دیتا ہوں۔ میں مسلمانوں کے مال کی طرف سے مدعی ہوں، تم پر فرض ہے کہ قسم کھاؤ"[27]

6. مخصوص افراد کے لئے کوٹہ نظام کا خاتمہ

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے زمانے تک خلفاء کی اولاد کے لئے ایک مخصوص مقدار میں سرکاری اموال سے پیسے دئے جاتے تھے جس میں شاہی خاندان سرفہرست تھا۔ آپ نے خلافت کا منصب سنبھالنے کے بعد شاہی خاندان کے لئے وظیفہ کی شکل میں جو مال ملتا تھا اس کو بند کر دیا اور فرمایا کہ بیت المال میں سب کا برابر حق ہے۔[28]

7. مخصوص افراد کو انعامات کی شکل میں بیت المال سے پیسے دینا

آپ سے پہلے کے خلفاء، ان شعراء اُدبا کو جو ان کی مدح میں قصائد وغیرہ لکھتے تھے۔ بیت المال سے انعامات دیتے تھے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سب انعامات اور وظائف بند کر دیئے۔[29]

اصلاحات کے معاشرتی اثرات

- معاشرتی انصاف اور بھائی چارے کا فروغ ہوا۔
- بیت المال میں پیسوں کی بچت اور اضافہ ہوا۔
- فضول خرچی اور بدعنوانی کم ہوئی۔
- عوام میں حکومت پر اعتماد اور اطمینان بڑھا۔
- خرچ اور زہد کے معاملے میں خلافت راشدہ کے نمونے کے قریب پہنچ گئے۔

عمر بن عبد العزیزؒ کی بیت المال میں اصلاحات صرف انتظامی اقدامات نہیں تھیں بلکہ ایک اخلاقی انقلاب تھا جس نے قوم کے حقوق کی حفاظت کی اور مالی انصاف کو مضبوط بنایا۔ انہوں نے ایک ایسا مثالی حکمران بن کر دکھایا جو سرکاری خزانے کو قوم کی خدمت کے لیے استعمال کرتا تھا، نہ کہ ذاتی فائدے کے لیے۔ یہ اصلاحات آج بھی حکمرانوں اور اصلاح پسندوں کے لیے مشعل راہ ہیں۔ اگر سرکاری اموال کے حوالے سے عمر بن عبد العزیزؒ کی

اصلاحات کو اپنایا جائے تو بہت سارے مسائل کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ جس میں غربت کا خاتمہ کلی طور پر نہ سہی لیکن کسی حد تک کمی کی جاسکتی ہے۔

4۔ بدامنی اور تعلیمی اداروں کی بندش

ریاست پاکستان کو درپیش بنیادی مسائل اور مشکلات میں سے ایک بدامنی کی بگھڑتی ہوئی صورت حال ہے۔ موجودہ دور میں دو صوبوں خیبر پختون خواہ اور بلوچستان میں حالات دن بدن خراب ہوتے جارہے ہیں۔ ظاہر سی بات ہے جس علاقے میں بدامنی اور افراتفری کا ماحول ہو گا تو وہاں پر تعلیمی اداروں میں تعلیم و تعلم کا سلسلہ سب سے زیادہ متاثر ہو گا جیسا کہ اس وقت ہو رہا ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ معاشرے میں تعلیم یافتہ افراد کی بجائے جہالت کی کثرت ہو گی اور جہالت کا نتیجہ لڑائی اور بدامنی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ لہذا لازمی طور پر ان علاقوں میں غربت کی شرح میں بھی اضافہ کا ہونا یقینی ہوتا ہے۔ اس وقت خیبر پختون خواہ میں بہت سارے والدین اپنی اولاد کو خصوصی طور پر بچیوں کو سکولز اور تعلیمی اداروں میں بگھڑتی ہوئی صورت حال کے پیش نظر نہیں بھیجتے ہیں اور ان کو خوف لاحق ہوتا ہے۔ اس لئے وہاں پر نوجوان نسل بغیر تعلیم و تعلم کے معاشرے کا حصہ بنتے جارہے ہیں۔ لہذا اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ بدامنی یا خراب امن و امان کسی بھی ملک یا معاشرے کی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ سمجھی جاتی ہے۔ تعلیم و تربیت معاشرت کا بنیادی ستون ہوتی ہے۔ جب معاشرے میں انتشار اور تشدد کا ماحول قائم ہو جائے تو سب سے زیادہ نقصان تعلیمی شعبے کو ہوتا ہے۔

بدامنی کے تعلیم پر اثرات

- **اسکولوں کی بندش اور طلبہ کا تعلیمی نقصان**

جنگیں، دہشت گردی اور فرقہ وارانہ یا مسلح جھگڑے وسیع علاقوں کو "نو گو ایریا" بنا دیتے ہیں جہاں تعلیمی ادارے بند کر دیے جاتے ہیں۔ کبھی کبھی صرف ایک دہشت گرد حملے کے خوف سے بچے اسکول جانا چھوڑ دیتے ہیں اور والدین اپنی اولاد کو حفاظت کے پیش نظر اسکول بھیجنے میں ہچکچاتے ہیں۔ بلوچستان اور خیبر پختونخوا میں سینکڑوں اسکول دہشت گرد حملوں کے باعث بند ہو چکے ہیں، جس کی وجہ سے ہزاروں طالب علموں کی تعلیم متاثر ہوئی ہے۔

- **اساتذہ کا قتل یا خوف میں مبتلا ہونا:**

امن و امان کی خراب صورتحال کی وجہ سے کئی اساتذہ بعض علاقوں میں پڑھانے سے گریز کرتے ہیں یا مجبوری میں نقل مکانی کر جاتے ہیں۔ اس وجہ سے تعلیم کا معیار گرتا ہے اور بہت سے اسکولوں کو اساتذہ نہ ہونے کی وجہ سے بند کرنا پڑتا ہے۔

- **لڑکیوں کی تعلیم پر خاص منفی اثر:**

انتہا پسند گروہ عموماً لڑکیوں کی تعلیم کو نشانہ بناتے ہیں، جس سے والدین اپنی بیٹیوں کو اسکول بھیجنے میں ڈر محسوس کرتے ہیں۔ بلوچستان میں لڑکیوں کی تعلیم کی شرح بہت کم ہے، اور بعض علاقوں میں صرف 25 فیصد خواتین نے اسکول کی تعلیم حاصل کی ہے، یعنی 75 فیصد خواتین نے کبھی اسکول نہیں دیکھا۔

- **ذہنی اور نفسیاتی مسائل:**

جنگ یا بدامنی سے متاثرہ علاقوں کے بچے خوف، بے یقینی اور ذہنی دباؤ کی حالت میں رہتے ہیں، جس سے ان میں نفسیاتی مسائل جنم لیتے ہیں۔ یوکرین، پاکستان اور افغانستان کے متاثرہ علاقوں کے بچوں کی مثال دی جاسکتی ہے، جن پر ان حالات نے تعلیمی اور اخلاقی حوالے سے برے اثرات ڈالے ہیں۔

- **تعلیمی ڈھانچے کی تباہی:**

بدامنی کی صورت میں سرکاری اسکولوں کو نشانہ بنایا جاتا ہے، ان کی عمارتیں گرا دی جاتی ہیں یا غیر قانونی طور پر قبضہ کر لیا جاتا ہے، جس سے پورے تعلیمی نظام کی بنیاد ہی کمزور ہو جاتی ہے اور زوال مزید شدت اختیار کر لیتا ہے۔

- **جرائم کی شرح میں اضافہ:**

تعلیمی اداروں کی بندش نوجوانوں کو بے روزگاری اور غیر تعلیمی سرگرمیوں کی طرف مائل کر دیتی ہے، جس سے جرائم اور منشیات کا رجحان بڑھنے لگتا ہے۔

- **تعلیم سے محروم بچوں کی تعداد میں اضافہ:**

ایسے حالات میں بڑی تعداد میں بچے تعلیم کو خیر باد کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ صرف پاکستان میں ہی اسکول جانے کی عمر کے 2 کروڑ سے زائد بچے تعلیم سے محروم ہیں، جس کی بڑی وجہ بدامنی ہے۔

بدامنی کے معاشرتی اور معاشی اثرات

- خواندگی کی شرح میں کمی آتی ہے، غربت اور معاشرتی جرائم میں اضافہ ہوتا ہے۔
- معیشت متاثر ہوتی ہے اور انسانی سرمایہ کا ضیاع بڑھ جاتا ہے۔
- ہنر مند اور باصلاحیت افراد ہجرت کر جاتے ہیں جس سے "برین ڈرین" یعنی باصلاحیت افراد کی بیرون ملک منتقلی کا مسئلہ سنگین ہو جاتا ہے۔

خیبر پختونخوا میں 60 فیصد کارخانوں کی بندش

خیبر پختونخوا میں سیکیورٹی کی غیر یقینی صورتحال اور بجلی و گیس کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کے باعث صوبے کی 60 فیصد صنعتیں بند ہو چکی ہیں، جس کے نتیجے میں ہزاروں افراد بے روزگار ہو گئے ہیں۔ صنعتی تنظیم کے صدر، ایوب خان زکوری نے DW سے گفتگو میں بتایا کہ خیبر پختونخوا خود بجلی اور گیس پیدا کرتا ہے، اور آئین کی دفعہ 158 کے مطابق صوبے کو ان وسائل سے پہلے استفادہ کرنے کا حق حاصل ہے، لیکن وفاقی حکومت انہیں مہنگے داموں گیس فراہم کر رہی ہے۔ ان کے مطابق، بجلی اور گیس کی قلت کی وجہ سے متعدد کارخانے بند ہو چکے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ خیبر پختونخوا کی صنعتیں دیگر صوبوں کی صنعتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں کیونکہ پیداواری لاگت بہت زیادہ ہے، جس کی وجہ سے مصنوعات کی برآمد ممکن نہیں رہی۔ انہوں نے یہ بھی نشاندہی کی کہ خیبر پختونخوا کے صنعت کاروں کو وہ مالی سہولیات میسر نہیں جن سے وہ اپنے منصوبوں کو وسعت دے سکیں اور روزگار کے نئے مواقع پیدا کر سکیں۔ ان کے مطابق، صنعت کاروں کو اپنی جمع شدہ رقوم پر صرف 1 فیصد قرض کی سہولت دی جاتی ہے، جبکہ پنجاب کے صنعت کاروں کو 120 فیصد، سندھ کو 80 فیصد اور بلوچستان کو 8 فیصد تک سہولت فراہم کی جاتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ 60 فیصد کارخانوں کی بندش اور باقی کارخانوں میں پیداوار میں کمی کی وجہ سے بے روزگاری میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔

امن و امان اور خیبر پختونخوا میں تعلیمی صورتحال

جب 2013 میں پہلی مرتبہ تحریک انصاف کی حکومت خیبر پختونخوا میں قائم ہوئی تو تعلیم پر خصوصی توجہ دی گئی۔ صوبے میں تعلیمی ایمرجنسی نافذ کی گئی، اور بنیادی ڈھانچے کی بہتری، اسکولوں میں داخلے کی شرح بڑھانے کے لیے بھاری بجٹ مختص کیے گئے۔ اس کے علاوہ "استاد آپ کے گھر" جیسی خصوصی مہمات کا آغاز کیا گیا تاکہ ان بچوں کو اسکولوں میں لایا جا سکے جو تعلیم سے محروم تھے۔ تاہم ان کوششوں کے باوجود، 2023 کی مردم شماری کے اعداد و شمار کے مطابق، اب بھی خیبر پختونخوا کے 37.49 فیصد بچے اسکولوں سے باہر ہیں۔ رپورٹس کے مطابق، پانچ سے سولہ سال کی عمر کے ایسے بچوں کی تعداد 49 لاکھ 24 ہزار 121 ہے، جن میں سے سب سے بڑی تعداد لڑکیوں کی ہے، جو تقریباً 29 لاکھ 24 ہزار 279 بنتی ہے۔ قبائلی علاقوں میں اس تعلیمی محرومی کی اہم وجوہات میں اسکولوں کی کمی، ناقص سیکیورٹی صورتحال اور بعض والدین کا اپنی بیٹیوں کو اسکول نہ بھیجنے کا رجحان شامل ہے۔

تعلیم سے محرومی کی ایک بنیادی وجہ غربت بھی ہے، کیونکہ معاشی حالات کی تنگی کی وجہ سے بہت سے بچے تعلیم حاصل کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں۔

امن وامان کے حوالے سے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے اقدامات

خلافت عمر بن عبد العزیزؒ کا دور اسلام کی سب سے بہترین اور کامیاب دور میں سے ایک سمجھا جاتا ہے، خاص طور پر خلفائے راشدین کے بعد۔ وہ اپنے انصاف، زہد اور حق گوئیوں کی وجہ سے مشہور تھے، جس کا اثر پورے اسلامی ملک کی سلامتی، معاشرتی اور اقتصادی زندگی پر براہِ راست پڑا۔ ذیل میں چند اہم اقدامات اور ان کے اثرات بیان کرتے ہیں:

انصاف، سلامتی کی بنیاد:

عمر بن عبد العزیزؒ نے نہ صرف انصاف قائم کیا، جو سلامتی کا اصل سبب تھا بلکہ انصاف کی اعلیٰ مثال قائم کی۔ امام الذہبی فرماتے ہیں: "عمر بن عبد العزیزؒ راشد خلفاء میں سے تھے، عادل، زاہد، راستباز اور حق پسند تھے، اور عوام کی حکومت مشورے اور عدل پر مبنی تھی۔[30]" آپ نے اپنے حکمرانوں کو لکھا: "اگر کوئی مظلوم تمہارے پاس آئے تو اس کی شکایت مجھے پہنچاؤ، اگر میں انصاف نہ کروں تو قیامت کے دن وہ میرا دشمن ہوگا۔[31]"

راستوں کی حفاظت اور عام امن:

ان کے دور میں امن کی ایسی حالت تھی کہ کہا جاتا تھا: "عورتیں عراق سے حجاز تک سفر کرتی تھیں بغیر کسی خوف کے، سوائے اللہ اور بھیڑ بکریوں پر حملہ آور بھیڑیے کے۔[32]" عبد الرحمن بن زیدؒ کہتے ہیں:

"میں نے عمر بن خطاب کے بعد ایسا کوئی خلیفہ نہیں دیکھا جو عمر بن عبد العزیزؒ کی طرح سخت گیر اور اچھی شہرت رکھتا ہو۔ ان کے دور میں لوگ اتنے محفوظ تھے کہ بھیڑیے گھروں کے بیچ بھی گزر جاتے تھے اور کسی نے انہیں نقصان نہیں پہنچایا۔[33]"

ظلم اور جبر کا خاتمہ:

عمر بن عبد العزیزؒ نے ظلم کے بہت سے مظاہر ختم کیے، مظلوموں کے حقوق بحال کیے اور ظالموں کو سزا دی، جس سے لوگ امن اور انصاف محسوس کرنے لگے۔ ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں:

"ان کے شروع کے اصلاحات میں ظالم والیوں کو عزل کرنا اور چوری شدہ مال واپس کرنا شامل تھا، جس کی وجہ سے لوگ ان کے انصاف سے مطمئن ہوگئے اور دلوں کو سکون ملا۔[34]"

امن کا اقتصادی اور معاشرتی زندگی پر اثر:

امن اور استحکام کی وجہ سے خوشحالی عام ہوگئی، اور بعض مؤرخین کہتے ہیں: "فقرا اتنے کم ہوگئے کہ لوگ زکوٰۃ دینے کے لیے مستحق نہ ڈھونڈ پاتے تھے۔[35]" ابن کثیرؒ بھی فرماتے ہیں:

"ان کے دور میں غربت ختم ہو گئی، جرائم گھٹ گئے اور نیکی عام ہو گئی۔[36]"

انتظامی اصلاحات اور سلامتی:

عمر بن عبد العزیزؒ نے صرف اخلاقی اصلاحات پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ پولیس اور عدالت کے نظام کو بھی مضبوط کیا، بدعنوان والیوں کو ہٹایا اور دیانتداروں کو ذمہ دار بنایا۔ علامہ الشعبیؒ فرماتے ہیں:

"عمر بن عبد العزیزؒ کے آنے سے پہلے ملک ظلم سے بھرپور تھا، لیکن ان کے دور میں ظلم کی جگہ انصاف اور امن نے لے لی۔[37]"

ظلم وزیادتی کا خاتمہ:

عمر بن عبد العزیزؒ نے الزام اور شک کی بنیاد پر سزا سے روکا، اور ہر وقت جرم کی سزا ثبوت اور انصاف کے مطابق دی۔ انہوں نے غیر مسلموں کے حقوق کا بھی خاص خیال رکھا اور سب کو برابر حقوق دیے، چاہے وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم۔ انہوں نے غاصبوں سے مال واپس دلایا۔

بیت المال کا تحفظ:

آپ نے سرکاری خزانے کی نگرانی سختی سے کی، عوامی پیسہ صرف صحیح جگہ استعمال کیا اور خیانت کرنے والوں کو برطرف کیا۔

رواداری اور نرم دلی:

آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی دینے کے عمل کو ختم کروایا، اور مسیحیوں اور غیر مسلموں کی زمینیں اور عبادت خانے واپس کیے۔ روایتوں کے مطابق دمشق کی ایک چرچ بھی ان کے دور میں واپس کر دی گئی۔

کمزوروں اور اقلیتوں کا تحفظ:

آپؒ نے مذاہب کے اقلیتوں کو ظلم سے بچایا، ان پر اضافی بوجھ نہیں ڈالا اور فصلوں کی کم قیمت پر زبردستی کے خلاف اقدامات کیے جس سے بازار میں زرعی اشیاء کی فراوانی اور قیمتوں میں کمی ہوئی۔

خلاصہ کلام

عدل وانصاف کسی ریاست، حکومت اور معاشرے کی پائیداری کا بنیادی ستون ہیں۔ اسلام میں عدل کا مقام نہایت بلند ہے اور نبی اکرم ﷺ نے اسے معاشرتی بقاء کا ضامن قرار دیا۔ جب عدل کمزوروں کے لیے ختم ہو جائے اور فیصلے طاقتوروں کے مفاد میں ہوں تو ریاستیں زوال کا شکار ہو جاتی ہیں۔ خیبر پختونخوا میں عدلیہ، پولیس

اور سیاسی مداخلت عدل کی راہ میں بڑی رکاوٹیں ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے طرز حکمرانی میں عدل و انصاف کی وہ مثال قائم کی کہ پورے معاشرے میں خوشحالی عام ہو گئی اور مظلوم کو اس کا حق ملنے لگا۔

احتساب ایک اور بنیادی عنصر ہے جو اداروں اور معاشرتی نظام کی اصلاح کا ضامن ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے نہ صرف سابقہ حکمرانوں کا احتساب کیا بلکہ اپنے خاندان اور ذات پر بھی اس عمل کا اطلاق کیا۔ ان کا یہ اندازِ حکومت تدریجی اصلاحات اور حکمت پر مبنی تھا، جس میں انہوں نے ظلم پر مبنی نظام کو رفتہ رفتہ ختم کیا۔

تیسرا اہم مسئلہ سرکاری اور وقف اموال کا غلط استعمال ہے، جو خیبر پختونخوا جیسے محدود وسائل والے صوبے کے لیے تباہ کن ہے۔ سرکاری گاڑیوں، رہائش گاہوں، زمینوں اور سہولیات کا ذاتی مفاد کے لیے استعمال قومی خزانے پر بھاری بوجھ ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بیت المال کی حفاظت کو عبادت کا درجہ دیا اور حکومتی اموال کے ہر غلط مصرف کو روکا۔ انہوں نے بدعنوانی کے دروازے بند کیے اور بیت المال کو صرف مستحقین کے لیے مختص کیا۔

چوتھا اہم پہلو بدامنی ہے، جو تعلیمی اداروں کی بندش اور بچوں کے مستقبل کے لیے بڑا خطرہ ہے۔ خیبر پختونخوا اور بلوچستان میں جاری بدامنی نے تعلیمی ماحول کو بری طرح متاثر کیا ہے، خاص طور پر لڑکیوں کی تعلیم پر منفی اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ تعلیمی اداروں کی تباہی، اساتذہ کا قتل یا خوفزدہ ہو جانا، اور ذہنی دباؤ میں مبتلا طلباء معاشرتی زوال کا پیش خیمہ ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا طرزِ حکومت آج کے دور کے لے بھی ایک مثالی نمونہ بن سکتا ہے۔ اگر ہم ان کے عدل، احتساب، امانت داری اور عوامی خدمت کے اصولوں کو اپنائیں تو ہمارے معاشرے کے بڑے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

مصادر ومراجع

[1] سورۃ الاعراف، آیت،10۔

[2] سورۃ الملک، آیت،15۔

[3] دیکھئے سورۃ النحل آیت نمبر112۔

[4] امام نسائی، ابو عبد الرحمان احمد بن شعیب، السنن، تحقیق ، عبد الفتاح ابو غدہ، باب الاستعاذۃ من الفقر، حدیث رقم، 5467۔

[5] امام ابو داؤد،سلیمان بن اشعث، السنن،تحقیق، **شعَيب الأرنؤوط، دار الكتب العالمية**، باب فی الاستعاذۃ، حدیث رقم، 1544۔

[6] امام ترمذی، محمد بن عیسی، السنن،تحقیق ، احمد محمد شاکر ، کتاب الزہد، حدیث رقم، 2352۔ مصر۔

[7] ابن سعد، الطبقات الكُبرى، ، دار الكتب العلمية، بيروت، 1990 ، 253/5، الذهبي، تذكرة الحُفَّاظ، دار الكتب العلمية، بيروت، 89/1۔

[8] ا بن حبَّان البُستي، مشاهير علماء الأمصار ، 283/1:؛ الذهبي، تذكرة الحُفَّاظ، 89/1۔

[9] الذهبي،شمس الدين ، سير أعلام النبلاء، تحقيق، شعب الارنؤط، دارالمؤسسة الرسالة، 120/5۔

[10] عبد الستار الشيخ، عمر بن عبد العزيز خامس الخلفاء الراشدين، ص163-164.

[11] ابن الجوزي، سيرة ومناقب عمر بن عبد العزيز، دار الكتب العلمية، بيروت، صفحه، 42۔

[12] عبد الستار الشيخ، عمر بن عبد العزيز خامس الخلفاء الراشدين، صفحه، 171۔

[13] محمد عويضة، فصل الخطاب في الزهد والرقائق والآداب، المكتبة الشاملة، 735/1۔

[14] عبد الستار الشيخ، عمر بن عبد العزيز خامس الخلفاء الراشدين، صفحه، 187۔

[15] امام بخاری،محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح،تحقیق، فواد عبد الباقی، دار الطوق النجاۃ، حدیث رقم، 3475۔

[16] محمد عويضة، كتاب فصل الخطاب في الزهد والرقائق والآداب، 769/1۔

[17] ابو نعیم الاصفہانی، حلية الأولياء و طبقات الأصفياء، دار الاشاعت، کراچی، 378/6۔

[18] ابن سعد، الطبقات الکبری، 301/5۔

[19] السیوطی، جلال الدین، تاریخ الخلفاء،دار ابن حزم، صفحه، 181۔

[20] ابو نعيم، حلية الأولياء وطبقات الأصفياء 5/ 281۔

[21] ابو نعيم، حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، 263/5۔

[22] ابو نعيم، حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، 263/5۔

[23] دیکھئے: آڈیٹر جنرل آف پاکستان رپورٹ2021–2022۔

[24] ابن الجوزي، المنتظم في تاريخ الملوك والأمم، ج7

[25] الذهبی، سیر اعلام النبلاء، 121/5۔

[26] الذہبی، سیر اعلام النبلاء، 122/5۔

[27] سیرت عمر بن عبد العزیز، ص، 88۔

[28] تاریخ الخلفاء، ص، 333۔

[29] تاریخ الخلفاء، ص، 243۔

[30] الذہبی، سیر أعلام النبلاء، 5/120۔

[31] السیوطی، تاریخ الخلفاء، صفحہ، 208۔

[32] ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، 5/34۔

[33] ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، 9/199۔

[34] ابن الجوزی، المنتظم، 7/114۔

[35] السیوطی، تاریخ الخلفاء، صفحہ، 209۔

[36] ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، 9/200۔

[37] الذہبی، سیر أعلام النبلاء، 5/125۔